حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضبط و ترتیب۔ مولانا انیس الرحمان بنوی حقانی - بنوں

ارباب اختیار مسلمانوں کے حقوق و فرائض

رورل اکیڈمی پشاور میں زیر تربیت اعلیٰ افسران کی ایک جماعت پچھلے سال بھی دو چار روز بغرض تربیت دارالعلوم حقانیہ میں مقیم رہی۔ اس اثنا میں دارالعلوم کے مرحوم اور بزرگ استاد حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم مردانی قدس سرہٗ نے بھی انہیں دو ایک لیکچر دیئے۔ پیش نظر خطاب اسی موقعہ کا ہے جس میں موقعہ کی مناسبت سے ارباب اختیار افراد کو ان کی نازک ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جو صرف ایک علمی سرمایہ نہیں بلکہ مولانا مرحوم کا ایک بیش قیمت تبرک بھی ہے جسے الحق کے ذریعہ عام کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

مسلم حکمران کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔ رعیّت اور عامۃ الناس کے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں دو احادیث پیش خدمت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "مامن عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ یموت یوم یموت وھو غاش لرعیتہ الاحرم اللہ علیہ الجنۃ"

راعی دراصل چرواہے کو کہتے ہیں۔ حاکم وقت قوم اور رعیت کا چرواہا ہوتا ہے۔ یعنی ان کا خادم اور ان کے مصالح کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ جیسا کہ چرواہا بھیڑ بکریوں کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ حاکم وقت ظالم ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ کیونکہ ظالم حکمران پر جنت حرام ہے۔ اس کا یہی مطلب اور یہی حاصل ہے۔

دوسری حدیث مامن امیر یلیہ امر المسلمین الخ کوئی امیر جو ولایت عامہ پر سرفراز ہو۔ اگر وہ رعیت کے لئے نصیحت کی بات اختیار نہ کرے۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ اس حدیث سے مسلمان حکمران کی دو ذمہ داریاں معلوم ہوئیں۔ ایک رعیت کے لئے نصیحت دوسری ترک ظلم۔ نصیحت خیر خواہی کو کہتے ہیں۔ تو مسلم

حکمران کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اپنی رعیت کی خیرخواہی کرے۔ نصیحت بمعنی خلوص کے بھی آتا ہے۔ جیسے توبۃ النصوح خالص توبہ جس میں دوبارہ گناہ کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

خیرخواہی کی دو قسمیں ہیں۔ دینی اور دنیاوی۔ پھر دینی خیرخواہی کی تین صورتیں ہیں۔ اپنی تمام رعیت کے بالغ افراد تک احکام خداوندی پہنچانا۔ اسلام کی اشاعت کرنا۔ ان کے عقائد کی اصلاح کرنا۔ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ سکھانا۔ شعائر اسلام کی تعظیم کی تعلیم دینا۔ اور یہ دینی خیرخواہی، دنیاوی خیرخواہی پر مقدم ہے۔ کیونکہ دنیا کی حیات طیبہ کا دین پر انحصار اور دارومدار ہے۔ بخلاف دنیوی مصالح کے کہ وہ صرف دنیا ہی کے لئے کام آتے ہیں۔ احکام خداوندی سکھانے کے بعد اس کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ رعیت کو دین پر عمل کرنے پر آمادہ کرے۔ بچے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے لئے خیر کس چیز میں ہے اور شر کس میں۔ لیکن والدین ان کو خیر اور شر میں تمیز کراتے رہتے ہیں۔ بچے تعلیم سے منحرف رہتے ہیں کیونکہ ان کو تعلیم کا نتیجہ معلوم نہیں ہے۔ لیکن والدین ان کو تعلیم پر مجبور کرتے ہیں۔ اس طرح عوام بھی مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں امیر کا فرض ہے کہ ان کو دینی احکام پر عمل کرنے کی طرف آمادہ کرے۔

محتسب کا تقرر امیر کے فرائض میں سے ہے۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی صورت میں امیر کا فرض ہے کہ جو تعزیرات اور عقوبات شریعت نے مقرر کی ہیں وہ ان کو نافذ کرے۔ تیسری صورت دین کی خیرخواہی کی ہے۔ اسلام پر اگر مخالفین حملہ آور ہوں یا ملحدین، دہری، مرزائی مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر جتنے بھی ہوں، حملہ آور ہوں، ان کی مدافعت کرے۔ جس طرح ہر ایک حکومت، اپنے قانون کی حفاظت کے لئے پولیس مقرر کرتی ہے۔ اسی طرح مسلم حکمران کے ذمہ یہ فرض ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن اور اسلام پر حملہ آور ہیں ان کی مدافعت کے لئے اہل لوگوں کو مقرر کرے۔ عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا تحفظ امیر کا اولین فریضہ ہے۔

دنیاوی ذمہ داری | امن عامہ[1]۔ ہر شخص خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ اس کے مال و جائیداد کی حفاظت کرے چوری، ڈاکہ اور رہزنی سے اسے محفوظ رکھے۔ ان کی جان کی قتل، آبروریزی اور ہر ناجائز تصرف سے ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کرے۔ بچوں کے اغوا سے ان کی حفاظت کرے۔ آپ لوگ اخباروں میں دیکھتے ہیں خاص کر نوائے وقت کی شکایات کے سلسلہ میں کوئی فریاد کرتا ہے کہ میری بیوی بچے اغوا کر لئے گئے ہیں۔ ضیاء الحق صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی اولاد غیر شرعی تصرفات سے محفوظ رہے۔

فصل خصومات[2]۔ یعنی عدل و انصاف کے محکموں کو قائم رکھنا۔ ان میں ایسے لوگوں کو یہ کام تفویض کرنا جو اس کے اہل ہوں۔ قانون شرعی سے پوری طرح واقف ہوں۔ دیانت دار اور سیاست دان ہوں۔ ہر مستحق کو اپنا حق بغیر

رشوت کے ، بغیر کسی تکلیف برداشت کرنے کے ۔ بغیر مدتوں کی تگ و دو کرنے کے جو آج کل ہو رہا ہے پہنچائے ۔

ظلم کی تعریف ۔ ظلم عدل کا ضد اور مقابل ہے ۔ عدل ہر مستحق کو اپنا حق دینا ۔ اس کو انصاف اور عدل کہا جاتا ہے ۔ ظلم اس کے خلاف ہے کسی مستحق سے اپنا حق چھیننا ۔ اپنے حق سے محروم رکھنا یا دوسرے لفظوں میں بلا وجہ اضرار ۔ یعنی بغیر کسی جائز اور کسی شرعی وجہ سے ضرر پہنچانا ۔ چاہے جانی ہو ۔ چاہے مالی ہو ۔ چاہے آبرو ریزی ہو ۔ اس کا نام ہے ظلم ۔

حکومت کے ظلم کے تین طریقے ہیں ۔ حکومت یعنی حکمران طبقہ براہ راست اپنی رعیت پر ظلم کرے ۔ ان کے اموال کو ان سے غصب کریں ۔ بغیر کسی شرعی وجوہ کے جائز وجوہ کے قتل جائز رکھے ۔ خون خرابہ کرتے رہے بغیر کسی شرعی حجت کے لوگوں کو قتل کرتا رہے ۔ بغیر کسی وجہ کے براہ راست رعیت کی آبرو ریزی اور عصمت دری کرے ۔ یہ مسلمان حکمران کا رعیت پر براہ راست ظلم ہے ۔ دوسری قسم ظلم کی یہ ہے ۔ ظلم پیشہ فساق و فجار ، رہزنوں اور جرم پیشہ لوگوں کو آزاد چھوڑیں ۔ غریب عوام کے ساتھ جو چاہیں کریں ۔ کسی کو قتل کر دیا ۔ کسی کا مال چھین لیا ۔ کسی کی چوری کر دی ۔ ڈاکہ کر دیا ۔ کسی کی بیٹی اغوا کر دی ۔ کسی کا بیٹا اغوا کر دیا ۔ کسی کی بیوی اغوا کر دی ۔ کسی کے بال بچے اغوا کر دیتے ۔ حکومت اس قسم کے لوگوں آزاد چھوڑ دے ۔ ان کو کوئی سزا نہ دے ۔ ان کو جرائم سے بند نہ کرے ۔ یہ دوسری قسم ہے ظلم کی ۔

تیسرا قسم ظلم بیت المال کا ہے ۔ قومی خزانے کا نام بیت المال ہے جس میں قوم کے روپے جمع ہوں صرف مصلحت قوم اور مصلحت ملک کے لئے ۔ اگر مسلم حکمران اس قومی خزانے کو ذاتی مفاد میں خرچ کرتے رہے ۔ یہ ظلم ہے ۔ اس کا کوئی حق اس میں نہیں ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ چراغ جلاتا تھا حکومت کے کاروبار کے لئے ۔ جب کوئی پرائیویٹ شخص کوئی بات پوچھنے کے لئے آتا تو فوراً چراغ بجھا دیتا تھا ۔ اور یہ فرماتا تھا کہ یہ چراغ بیت المال کے مال سے جلتا ہے اس کو صرف قوم کے مصالح میں صرف کیا جائے گا ۔ تو قومی خزانے کو اپنی ذاتی مفاد میں خرچ کرنا اس کو اپنا ذاتی جائیداد سمجھ کر استعمال کرنا یہ ظلم ہے ۔ اس طرح فضول باتوں اور فضول کاموں میں صرف کرنا جیسا کہ موجودہ وقت میں ہاکی کرکٹ پر بے دریغ خزانے کا ضیاع ۔ اب تو عجیب باتیں سننے میں آتی ہیں کہ لڑکیوں کا بھی ہاکی ٹیم ہے ۔ اور میدانوں میں ہاکی کھیلتے ہیں ۔ ثقافت کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے ؟ قوم و ملک کو اس سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ فواحش کی اشاعت میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ فضول محکموں میں یہ قومی خزانے صرف کرنا یعنی وہ محکمہ جات جس سے ملک کو کوئی فائدہ نہ ہو ۔ یہ تیسرا ظلم ہے ۔

یہ ذمہ داریاں ہیں مسلم حکمران کی ۔ اب آپ غور فرما دیں کہ موجودہ دورِ حکومت میں مسلم حکمران طبقے کو اپنی ذمہ دار یوں کا

کچھ احساس ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے ہم نے عرض کیا تھا کہ دینی خیر خواہی مسلمان حکمران پر رعیت کے لئے فرض ہے تو آیئے ہماری تعلیمی مراکز میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شریعت کے اصطلاح میں علم کی تعریف کیا ہے۔ اور ہماری محاورات میں علم کسے کہتے ہیں۔ دین اور شرع کے اصطلاح میں علم تین چیزوں کا نام ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ۔ آيَةٌ مُّحْكَمَةٌ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ۔ فَرِيْضَةٌ۔ عَادِلَةٌ قرآنی آیتوں کا علم اور عملی احکام کا علم اور انہی پر انسانی کمال کا دار و مدار ہے۔ انسان کا کمال صحیح عقائد شریفانہ اخلاق اور صالحانہ اعمال سے ہوتا ہے۔ اور اسی پر (حیات طیبہ) کا دار و مدار ہے۔ پس علم درحقیقت ان مسائل کے جاننے کا نام ہے جن سے کمال انسانی عقل کامل۔ عقائد صحیحہ۔ اخلاق حسنہ اور شریفانہ اعمال پیدا ہوں۔ شرعی اصطلاح میں اسی کا نام علم ہے۔ اور لغت کے اعتبار سے علم بمعنی دانستن۔ دانستن کا معنی ہے سیکھنا۔ جو چیز بھی سیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔ صنعت و حرفت۔ ڈاکٹری انجنیری وغیرہ سب کو ہمارے محاورہ میں دانستن کہتے ہیں۔ لیکن شرع اور دین میں وہ علم جس سے تکمیل انسانیت اور جو مدار کمال انسان ہے۔ وہ عبارت ہے قرآن حدیث اور احکام شرعیہ کے سیکھنے اور جاننے سے۔ تو یہ زبان دانی صنعت و حرفت انجنیرنگ و ڈاکٹری وغیرہ یہ شرعی علوم نہیں بلکہ ان کو صنائع اور ہنر کہتے ہیں۔ شریعت کی نگاہ میں ان چیزوں کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ہماری تعلیمی مراکز میں ان چیزوں کو اولیت و فوقیت کا مقام دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص پرائمری پاس ہو تو اس کو تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی کو قرآن پاک بمع مفہوم و معنی کے حفظ ہو۔ اس کو عالم یا تعلیم یافتہ نہیں کہتے۔ آج کل ہمارے تعلیمی مراکز سے یہی آواز اٹھتی ہے کہ اسلام مردہ باد۔ حکومت اس کی کیا مدافعت کرتی ہے۔ کیا حکومت نے ان لوگوں کا مواخذہ کیا ہے۔ ان کی گرفت کی ہے۔ انہی تعلیمی مراکز میں مخرب اخلاق باتوں کی تعلیم ہوتی ہے مخلاق سوز لٹریچر تقسیم ہوتا ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ بس یا لاری میں دو کالج کے (سٹوڈنٹس) طالب علم سوار ہوتے ہیں تو ان کی مستی اور حرکات سے تمام مسافر پریشان ہوتے ہیں۔

قانون کی حفاظت کے لئے کیا ذرائع ہیں۔ یہاں آپ دیکھتے ہیں شب و روز ظلم ہوتا رہتا ہے۔ محکموں میں نا اہل لوگ مقرر ہیں۔ قانون شرعی سے ان کو کوئی واقفیت نہیں۔ سب صرف کمائی کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی ذمہ داری کا انہیں کوئی احساس نہیں۔ ڈاکہ زن اور رشوت خور ہیں۔ معمولی مقدمہ برسوں جاری رہتا ہے۔ اسی طرح اغوا، چوری اور قتل کے بے شمار واردات ہیں۔

ثقافتی طائفوں۔ ہاکی اور کرکٹ اور کھیل پر تو بے دریغ روپیہ اور قومی خزانہ بہایا جا رہا ہے اور جو لوگ اپنا حق الخدمت مانگتے ہیں ان پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا یہ عدل ہے۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے کیا اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔ خدا کے ہاں گرفت ہوگی۔ اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں ؎

اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال   پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہے کہاں

یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ میں ذرا کمزور ہوں اس سے زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ مسلم حکمران کی جو دینی اور دنیوی ذمہ داریاں ہیں وہ میں نے بیان کر دیئے۔ کہ وہ اپنی رعیت کی دینی خیر خواہی ترک ظلم یعنی انصاف اور نصیحت کے لئے کوشاں رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے۔ اس نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی۔ کہ بار الہا۔ یہ سب مخلوق نافرمان ہیں۔ آپ ان کو سزا کیوں نہیں دیتے۔ ہلاک کیوں نہیں کرتے۔ ارشاد ہوا کہ کمہار کے پاس جاؤ اور اس سے دو گھڑے خرید وا اور پھر اس کو کہہ دو کہ میں ان دو گھڑوں کو آپ کے سامنے توڑتا ہوں تو وہ کیا جواب دے گا۔ جب وہ کمہار کے پاس گئے۔ گھڑے خرید لئے۔ قیمت ادا کر دی۔ پھر اس کو کہا کہ میں ان کو توڑتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ میرے سامنے ان کو نہ توڑو۔ گھڑے چھوڑ دو اور اپنی قیمت واپس لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی قیمت کے لئے بنائے ہیں۔ کمہار نے کہا۔ کہ توڑنے کے لئے نہیں بنائے۔ میرے سامنے ان کو نہ توڑو۔ اس سے کام لو۔ کیونکہ میں نے ان کو کام کے لئے بنائے ہیں۔ تو اگر ایک کمہار اپنے دو گھڑوں کے توڑنے پر خوش نہیں ہوتا تو میں اپنے مخلوق کی تباہی پر کیسے خوش ہو جاؤں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اِنَّ امراۃً دخلت فِی النَّارِ فِی ھِرَّۃٍ ہرہ بلی کو کہتے ہیں۔ ایک عورت نے بلی پکڑ کر باندھ دی۔ چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ اپنے لیئے رزق تلاش کرے۔ اور نہ خود اس کو کھلاتی پلاتی تھی۔ نتیجۃً وہ مرگئی۔ دخلت النار۔ وہ بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی۔ یہ بھی مخلوق خدا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا یرحم اللہ من لا یرحم۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ مسلم حکمران اللہ کی طرف سے خلیفہ ہوتا ہے۔ السلطان العادل ظل اللہ فی الارض۔ سلطان عادل یعنی وہ حکمران جو مستحق کو اپنا حق پہنچائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحمت ہے۔ من اکرمہ اکرمہ اللہ۔ من اہانہ اہانہ اللہ۔ اس سلطان عادل کا جو اکرام کرے عزت کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرتا ہے اور جو اس کی توہین کرے۔ اہانت کرے اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرتا ہے۔ مگر ظالم سلطان کا یہ حکم ہے۔ جو حدیثوں میں بیان کیا گیا۔ کہ اپنی رعیت کی خیر خواہی نصیحت اور وہ ان پر ترک ظلم نہ کرے۔ وہ اللہ سے رحم کا امیدوار نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کا ایک اونٹ باہر نکلا۔ موسم گرما کے عین دوپہر میں خود اس کے پیچھے دوڑے جا رہے تھے۔ غلام نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ آپ نے کہا۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ مجھ سے پوچھا جائے گا۔ تم حاکم نہیں۔ میں حاکم ہوں۔ تم خلیفہ نہیں ہیں خلیفہ ہوں۔ اور بیت المال کا نگران۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے میں جواب دہ ہوں گا۔ مجھ سے پوچھا جائے گا۔ بقیہ صـ۴۷